مدرسہ تعلیم الاسلام کو اسوقت خصوصًا کیا ضرورت درپیش ہی؟

ہماری مقامی اخبارات میں شایع ہوچکا۔ اور قوم پڑھ چکی ہی۔ کہ ہمارے مدرسہ کو انسپکٹر نے دیکھا۔ اور رائے بک مین لکھا۔ کہ وہ اگلے مہینہ مین ایک دفعہ پھر ملاحظہ کرین گے اور بعض نقصونکی تلافی ہوجانے کے بعد جو رائے بک مین انکی طرف سے لکھی گئی ہین۔ مدرسہ کی منظوری کے مسئلہ پر غور کرین گے۔ منجملہ ان نقصون کے جو صاحب انسپکٹر نے مدرسہ کیمتعلق نکالی۔ اور انکی تلافی پر زور دیا ہی۔ چند کمرون کا زیادہ کرنا ہی۔ اور یہ کہ ہر ایک استاد کے آگے ایک میز اور ایک کرسی ہونی چاہئے۔ وقت بہت تھوڑا اور کام بہت ہی۔ اور کام بھی درحقیقت تھوڑا ہی۔ اگر قوم کیطرف سے کافی مدد جلد ملجائے اور قابل غور یہ امر ہے۔ کہ اگر مدد مین یا جلدی مدد کرنیمین سہل انگاری کی جائے۔ تو کسقدر ضرر کا احتمال ہی۔

سردست **پانسو روپے** کی ضرورت ہی۔ اور یہ رقم نئی اور **زندہ قوم** کی بلند ہمت اور وسعت حوصلہ کے نزدیک کچھ بھی نہیں۔ اگر ایسا ہو کہ **سیالکوٹ** کی جماعت ایکسو اور لاہور کی جماعت ایکسو اور **کپورتھلہ** کی جماعت کم از کم پچاس اور **گوجرانوالہ** کی جماعت پچاس۔ اور **حیدرآباد دکن** کی جماعت ایکسو بہم پونچادین۔ اور اسیطرح دوسرے **شہرون** کی اپنی **استطاعت** کیموافق رقوم اکٹھی کریں تو بہت جلد عمدہ طور سے کام ہوجاتا ہی۔

امید ہے۔ کہ ہمارے مکرم معظم **دوست** اور خدا تعالی کے **انعامات** خاصہ کے **مورد** احباب جن کے اسمائے گرامی ذیل مین ثبت ہوتے ہین۔ **خصوصًا** اس طرف توجہ مبذول فرمائین گے۔ اور بہت جلد اپنی عالی ہمتی کا ثبوت دین گے۔

شیخ **رحمت اللہ** صاحب۔ منشی **تاج الدین** صاحب۔ سید **محمد حسین** صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ مرزا **یعقوب بیگ** صاحب اسسٹنٹ سرجن۔ حکیم **محمد حسین** صاحب قریشی۔ شیخ **نور محمد** صاحب حکیم مالک کارخانہ ہمدم صحت۔ منشی **محمد نواب خان** صاحب تحصیلدار صاحب۔ گوجرات۔ خواجہ **کمال الدین** صاحب ڈائرکٹر مدارس جموں۔ خصوصًا منشی **عبد العزیز** صاحب ماسٹر شیلا میرٹھ۔ **محمد اسمعیل** صاحب منسٹیلز۔ میرٹھ۔ شیخ **عطاء محمد** صاحب سب اوورسیر ایبٹ آباد ہزارہ۔ شیخ **نور احمد** صاحب بلیڈر ایبٹ آباد۔ ہزارہ۔ منشی **عزیز بخش** صاحب ریکارڈکیپر ڈیرہ غازی خان۔ بابو **غلام احمد** صاحب انسپکٹر

ڈاک مسانجات گلگت۔

اگر یہ بزرگ نامبرانپت معقول رقمین عنایت کرین گے۔ تو امید ہی۔ ان شاء اللہ تعالی۔ گدائی کا دامن زیادہ پھیلانے کی ضرورت نہین پڑیگی۔ امید ہے۔ کہ بہت اہل دل دوست جن کے اسماء اختصار کے لحاظ سے قلم بند نہیں ہوسکے۔ خدا تعالی کی راہ میں قدم اٹھانے سے کوتاہی نہیں کرین گے

المعلن خاکسار عبد الکریم قادیان

احباب کی خدمت میں ضروری گذارش

کچھ عرصہ ہوا۔ کہ میان نور احمد صاحب نور رفیقان حضرۃ مولنا مولوی عبد اللطیف صاحب شہید مرحوم کیلئے ایک مکان بنوانے کیواسطے مخدومی و مکرمی حضرۃ مولوی عبد الکریم صاحب نے تحریک کی تہی۔ اور اس امید پر کہ اس سلسلہ کا ہر ایک فرد مہاجرین مذکور کیلئے اس چہوٹی سی خدمت میں بڑی سرگرمی اور جوش سے حصہ لیگا۔ اور جلدی رقم مطلوبہ پوری ہو جاویگی۔ تعمیر مکان کا کام شروع ہی کر دیا گیا تہا۔ لیکن آجتک جو اس تحریک پر ایک ماہ سے زائد عرصہ گذر چکا ہی۔ سوائے ان رقوم کے جن کا ذکر اس تحریک مین ہی کیا گیا تہا۔ صرف ۵۰ کی رقم جنہیں بڑا حصہ مخدومی شیخ رحمت اللہ صاحب اور جناب عطا محمد صاحب اوورسیر ایبٹ آباد کا ہی۔ وصول ہوئی ہی۔ جو بالکل ناکافی ہی۔ آگے چونکہ برسات کا موسم آتا ہی۔ اسلئے ضروری ہی۔ کہ تعمیر کا کام جلدی پورا ہوجائے۔ ورنہ جو روپیہ لگ چکا ہی۔ اس کے بہی برباد ہونے کا اندیشہ ہی اس کے لئے ضرورۃ ہی۔ اس امر کی کہ ہر ایک صاحب جو اس کار خیر مین حصہ لینا چاہتے ہین۔ بہت جلدی جس قدر ہوسکے روپیہ بھیجکر اس کام کے سر انجام دینے میں مدد دین۔ اور رقم مطلوبہ کو جس کا اندازہ دو سو تک کیا گیا ہی۔ پورا کر دین۔ اس مین شک نہین۔ کہ اس سلسلہ مین آئے دن۔۔۔ دینی کامون کیلئے چندونکی تحریک ہوتی رہی ہی۔ اور ابہی اس کے ساتھ ہی مین خود ایک اور تحریک بھی کرتا ہون۔ لیکن یہ بہی سمجھ لینا چاہئے کہ دینی خدمات کا یہی وقت ہے جو صاحب توفیق رکھتے ہون۔ وہ ضرور اس کار خیر مین حصہ لین۔

رقوم وصول شدہ حسب ذیل ہین۔ شیخ رحمت اللہ صاحب ۵۰ - شیخ عطا محمد صاحب ۵۰ - چندہ معرفت ماسٹر عبد الرحمن صاحب ۳ - مفتی محمد صادق صاحب عہ - مولوی شیر علی صاحب عہ - میان نواب الدین صاحب ۸ - سید محمد علی صاحب نے علاوہ صہ چندہ کے ایک کوٹھڑی کی چھت کی لکڑی کا وعدہ فرمایا ہی۔

مولوی امام الدین صاحب مدرس گولیکے عہ - بابو شاہدین صاحب گولاڑہ عا - میان خیر الدین صاحب گارڈ - عبد العزیز صاحب کوہاٹ للعہ - منشی نذیر الدین صاحب بہاموہ

۲۹ رمئی ۱۹۰۴ء

توسیع اشاعت

معروفیت کی وجہ سے ابھی تک ان احباب کا نام معلوم۔۔۔۔۔ نہین کر سکے۔ جنہوں نے البدر کی خریداری سے کنارہ کشی اختیار کی ہی۔ حتی الوسع جلد تر معلوم کر کے شائع کیا جاویگا۔

(۱) مولا بخش صاحب عرضنویس کچہری سیالکوٹ - سید برکات النبی صاحب سانبھر - محمد کرم الہی صاحب - پٹیالہ - بابو نبی بخش صاحب - شملہ - بابو غلام محمد صاحب عبید اللہ بہاوری ایک ایک خریدار البدر کو عطا فرماتے ہین

(۲) مولوی محمد اسمعیل صاحب مانترگری سے البدر کے اجرا کی درخواست ارسال کرتے ہین

رسید زر لغایت ۲ جون ۱۹۰۴ء

ممتاز علی خان صاحب بہرایاٹکار مرحوم عا
ممتاز علی ۔ ۔ ۔ بمدامانت ہ
شیخ محمد رمضان صاحب ازلودھران للعہ
محمد شریف صاحب از سوالی عا
میان عبید و خلیفہ صاحب منی پور عا
میان نور محمد صاحب منی پور عا
حکیم محمد حسین صاحب جالندہر للعہ
بابو عطا محمد صاحب سیالکوٹ عا
میر محمد اسمعیل صاحب ۔ لاہور عا
الیس این۔ احمد صاحب بکرۃ عا
مولوی عبد الحنان صاحب پشاور عا
چوہدری حسین بخش راولپنڈی عا
ملک فتح خان گوجرانوالہ ے
ودہایخان صاحب گوجرانوالہ عا
حافظ محمد یوسف وزیرآباد عہ
حافظ غلام محمد پیرکے عہ
مستری فیض احمد جموں عا
بابو اصغر علی صاحب لائلپور عا
عمر الدین وغیرہ صاحبان پنڈی بھٹیاں عا
روشن دین معرفت منشی نظام الدین صاحب افریقہ عا
جان محمد صاحب ہیلان عا
سلطان احمد رجوعہ عا
چوہدری ملا مقابل عا
میر اعجاز حسین عا
غلام احمد صاحب گہیام عا

اطلاع

نمبر ۲۲ و ۲۳ لغایت ۱۶ رجون بہی انشاء اللہ تعالی عنقریب خدمت مین پونچکر کمی کو پورا کر دیگا (ایڈیٹر)

بمد یہ رقم امانت ادا کر دی گئی ہی

خطبہ عید اضحی

جو کہ حضرت مولانا مولوی حکیم نورالدین صاحب نے مسجد اقصیٰ قادیان میں ۲۸ فروری ۱۹۰۴ء کو پڑھا

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔ أَمَّا بَعْدُ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۔ أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ إِبْرٰهِيْمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهٗ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ إِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ وَوَصّٰى بِهَآ إِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

ہر ایک قوم اور گروہ میں وہ خواہ پہاڑی ہوں یا جنگلی ہوں یا شہری متمدن ہوں یا نہ ہوں۔ پھر ہر ایک ملّۃ و مذہب میں دیکھا جاتا ہے کہ کوئی نہ کوئی دن اجتماع کا مقرر ہے دور دراز بلاد کے جو لوگ ہیں انھوں نے بھی سال میں کوئی نہ کوئی [illegible] ایسا مقرر کیا ہوا ہوتا ہے جسمیں وہ ایک جگہ اکٹھے ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی فطری امر ہے۔ بعض نے اس اجتماع کے موقعہ پر تجارت کا ساتھ لگا کر اس کا نام منڈی رکھدیا ہے۔ کسی نے بت پرستی کے سامان مہیا کر کے پرب پکارا ہے بعض نے مذہبی یا قومی اغراض کو مدنظر رکھکر کانفرنس وغیرہ نام رکھا ہے۔ غرضیکہ ہر قوم کا اجتماع ہوتا ہے اور اسکے اغراض متفرق ہوتے ہیں ایسا ہی فطرتی تقاضا کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اسلام میں دو دن اجتماع کے مقرر کیے ہیں جنمیں سے ایک دن آج کا ہے جہاں اسلام نے ہر ایک امر میں الٰہی عظمت، جبروت اور جلال کو مقدم رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید تعظیم اور حمد و ثنا کا سامان مہیا کرنا چاہا ہے ویسے ہی اس آج کے دن میں بھی ایک عظیم الشان امر کی تعلیم کی ہے۔ ہر ایک انسان اپنی جگہ غور کرے کہ وہ دوسری مخلوق کی طرح ایک مخلوق ہے اگر اس میں قویٰ ہیں تو حیوانات وغیرہ میں بھی ہیں مگر انسان پر یہ بڑا فضل کیا ہے کہ دوسری تمام مخلوق کو اسکے تابع کیا ہے جیسے فرمایا ہے وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ یعنی سب تمھارے کام میں لگا دی ہیں۔ دیکھو جس ذریعہ سے میں بولتا ہوں اگر ہوا اور کان نہ ہوتے تو میرا بولنا لغو ہوتا تو یہ اس کا فضل ہے کہ اسکے اور اسکے رسولوں کی پاک باتیں ان ذرائع سے ہم سنتے ہیں ہوا ایک ایسا ذریعہ بنا دیا ہے جس سے ہم امام بزرگ مصلحین اور اسکے پیاروں کی کلام سن لیتے ہیں۔ کس قدر لوگ یہاں جمع ہیں ہر ایک کی آنکھ اٹھتی ہے کہ بولنے والے کو دیکھ لیویں لیکن اگر روشنی نہ ہو تو پھر دیکھو کس قدر تکلیف ہے۔ جہازوں کے ذریعہ کیسی کیسی نعمتیں اور کپڑے پہنچتے ہیں اسیطرح ہر ایک شے کو جب بغور دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ وہ تمھارے کام میں لگی ہوئی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا... تو ہاتھی شیر درندوں وغیرہ کو تم پر مسلط کر دیتا اور وہ پھاڑ پھاڑ کر کھاتے لیکن اُسنے انکو ایسا ہمارے قابو میں کیا ہے کہ اگر پکڑ کر ذبح کر دیں تو عذر نہیں کر سکتے۔ کیسے کیسے وحشی درندے اور پرندے ہیں جن سے ہم کام لیتے ہیں حتیٰ کہ ملائک پر بھی اُسکا تصرف ہو جاتا ہے۔ اب سمجھنا چاہیے کہ یہ قربانیاں جو ہم کرتے ہیں یہ اُس شکریہ کا نشان ہے کہ خدا نے ہمیں ان جانوروں پر فضیلت دی اور انکو ہمارے دست تصرف کے نیچے اسطرح سے رکھا ہے کہ وہ اُف نہیں کر سکتے۔ اس قربانی کا پیشوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بنایا ہے انکو اولاد کی ضرورت تھی ایک ہی بیٹا تھا اللہ جل شانہ کا اشارہ پا کر آپ نے اُسے قربان کرنا چاہا۔ اُسکی یادگار میں خدا تعالیٰ نے یہ دن رکھا کیونکہ بیرونی اشارہ کا اثر قلب انسانی پر پڑتا ہے اور اس سے یہ خیال نا مقصود ہے کہ تم مال و ملک خدا کی راہ میں ایسا بہا دو جیسے ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے عذر نہ کیا۔ نیز فلسطین میں انسانی قربانی کا رواج تھا اور فلسطینی لوگ ابراہیم علیہ السلام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ابراہیم علیہ السلام نے اس رسم کو اسطرح توڑا کہ دیکھو تمھارے لئے ہم کیوں کسی نے اگر انسانی قربانی کی ہے تو اسکا انسداد [illegible] ہوا ہوگا ایک رؤیا آئے جیسی ہوتی [illegible] مگر اسکی تہ میں تو یہ تھا کہ انسان کے بدلے ذبح کیا جاوے۔ اسلیے فرمایا کون ہے جو منہ موڑ لیوے اس مذہب و ملت سے جسکی طرف ابراہیم کو بلایا ہے ہم نے اسکو دنیا میں بڑا برگزیدہ کیا ناموری بھی دی مال و دولت بھی دی پھر حکومت اور سلطنت بھی عطا کی اسکی اولاد میں سے انبیاء و رسول اور [illegible] بنے ایسا ہوئے تو کیسے کیسے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بادشاہ ہوئے تو ایسے کہ جیسے کہ داؤد و سلیمان اور قریش کتنے ہی آخر ابراہیم کی اولاد میں سے ہوگا۔ ہمارے محسن اور امام مجدد کو بھی ابراہیم کے نام سے تعلق ہے کہ آپ کا نام [illegible] ہے یہ سب باتیں ابراہیم علیہ السلام کو کیسے ملیں صرف اسلیے کہ وہ خدا کا ایک فرمانبردار بندہ تھا جب اُسکے رب نے اُسے اَسْلِمْ کہا تو آپ نے اُسوقت اَسْلَمْتُ کہا تو یاد رکھو کہ خدا کا فرمانبردار ہونا ایک عجیب گُر ہے مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ۔ اسکی زندہ نظیر قادیان کی بستی دیکھو کہ اس امام کی کس بات نے تمکو پروانہ کی طرح یہاں لا بٹھایا ہے وہ بات صرف خدا کی فرمانبرداری ہے۔ یہی [illegible] جس سے فارغ البالی صحت بدنی۔ اور خدا کی رضا کو تم حاصل کر سکتے ہو۔ جب ابراہیم علیہ السلام کو کہا گیا کہ اَسْلِمْ تو اُس نے دریافت نہ کیا کہ کس بات میں میں فرمانبردار ہوں بلکہ فوراً جواب میں کہا کہ میں فرمانبردار ہوں ۔

انسان کا قاعدہ ہے کہ جس بات میں عاقبت اندیشی اور بہتری اُسکے نزدیک ہو وہی اولاد کے لیے پسند کرتا ہے اسلیے ابراہیم نے بھی اپنی اولاد کے لیے یہی وصیت کی يٰبَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ تمکو موت ایسی حالت میں آوے کہ جب تم خدا کی فرمانبرداری میں ہو پھر آپ کے پوتوں سے بھی یہی سوال ہوا مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ [illegible] فرمانبرداری تو ہر ایک کرتا ہے کوئی نفس کی کوئی رسم و رواج کی۔ کوئی محلہ والوں کی۔ کوئی [illegible] کوئی معشوق کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] ہر ایک کے اندر ہے مگر ابراہیم اور یعقوب علیہم السلام نے اپنے باپ کی اتباع سے یہ امر دریافت کرنا چاہا کہ ان کی اولاد کی عبادت کا میلان کس طرف ہے [illegible] دریافت کیا کہ تم کسکی فرمانبرداری کروگے انھوں نے [illegible]

اب بیا الٰهك وَاِلٰهَ اٰبَآءِكَ یعنی ہم تیرے رب کی فرمانبرداری کرینگے۔ دنیا میں بہت قسم کے مجاہدے ہیں لیکن خدا کی فرمانبرداری سب سے بڑا مجاہدہ ہے کفر کے فتوے اسی سے نکلتے ہیں۔ متعدد بار تاکید کی ہے کہ جب کھانا کھاؤ تو اول سوچو کہ کسکے حکم سے کھاتے ہو پانی پیو تو سوچو کس کے حکم سے پیتے ہو اور اگر اسے معمولی بات خیال کرتے ہو تو کہو دو کہ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا کو صیغہ امر میں رکھنے کا کیا فائدہ ہے اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یہ قول اول ابراہیم کا ہے پھر ہمارے نبی کریم کا اب تم اپنے نفسوں میں ٹٹولو کہ تمہاری عبادت۔ بول چال۔ ہنسی۔ رونا۔ معاملات اور موت اور زندگی وغیرہ کیا سب اللہ کے لیے ہے یہی مجاہدہ ہے کہ سب کام خدا کے لیے ہوں انسان خدا کا ہو جاتا ہے۔ ایک پرندے کو جانور سے تم اگر پیار کرو تو اسکی کوئی نہ کوئی بات تمہارے اندر آجاوے گی ایک حاکم سے محبت کرو تو اسکی کسی رنگ یا بات کا اثر تم پر ہو جاوے گا پھر خدا سے کلام کر کے انسان ان تجلیات سے کیسے محروم رہ سکتا ہے جو اسکی ذات میں موجود ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب خدا کسی سے پیار کرتا ہے تو اسکی محبت کی اطلاع ملائکہ میں سے جبرئیل کو دیتا ہے وہ پھر اپنی جماعت کو اور اسطرح سے ملائکہ میں ہوتی ہوئی اسکی قبولیت دنیا میں ڈالی جاتی ہے۔

دنیا میں اختلافات ہوتے ہیں جیسے تم دیکھتے ہو کہ سب کی پگڑیاں الگ ہیں۔ رنگ۔ خو۔ بو۔ ہر ایک کی تم میں سے الگ الگ ہے مگر باوجود اس اختلاف کے ایک وحدت بھی تم لوگوں میں ہے جسنے یہاں لا بٹھایا ہے اور دوستوں یاروں عزیزوں اور خویش وغیرہ کی محبت کو ترک کر کے یہاں آگئے ہو ورنہ یہ عید کا دن ہے ہر ایک کا جی چاہتا ہے کہ اپنے بال بچوں میں ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اختلاف طبائع اختلاف آب و ہوا۔ طریق تعلیم وغیرہ کے پھر بھی ایک قوت انسان میں ہے جس سے وہ وحدت میں آسکتا ہے پس تم کو چاہیے کہ باوجود اختلاف کے ایک وحدت اپنے اندر پیدا کرو خدا واحد لاشریک ہے اسلیے وہ وحدت کو پسند کرتا ہے جب یہ نہیں رہتی تو وہ قوم گھر محلہ سب تباہ ہو جاتے ہیں۔ ہماری نماز۔ جماعت۔ کتاب سب میں وحدۃ موجود ہے اور اب ایک وحدت یہ ہے کہ امام بھی ایک ہے پس باوجود اختلاف کے وحدۃ نہ چھوڑنا حدیث میں ہے کہ جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے میرا خیال ہے کہ وہ ہماری ہی جماعت ہے کیونکہ ایک امام ہے جس کے جھنڈے کے نیچے ہم سب ہیں ہمارے مخالف وحدۃ کا یہ نمونہ دکھا نہیں سکتے کیونکہ انکی نہ کوئی جماعت ہے نہ ایک امام ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وحدت کی دو قسم ہیں ایک شخصی کہ زبان اور دل اور کلام ایک ہو اور ایک وحدۃ قومی کہ مطالب و اغراض و مال الگ الگ ہوں مگر جب وحدۃ کا موقع ہو تو سب ایک ہوں سب سے زیادہ وحدت ہم میں ہونی چاہیے کہ ایک ہمارا مطاع موجود ہے نمونہ موجود ہے اگرچہ دیگر مسلمان قبلہ۔ نماز۔ روزہ۔ اکل و شرب میں ہمارے شریک ہیں مگر ان باتوں میں ہرگز نہیں بس چاہیے کہ قرآن شریف کی تعلیم اور امام کے بتلائے ہوئے نمونوں میں ہو کر اس وحدۃ کو حاصل کرو تو خدا کا انعام جو وحدت پر انسان کو ملتا ہے وہ تمہیں ضرور ملکر رہے گا۔

جس طرح ہر کھیت میں تخم ریزی کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اگر اسوقت بیج ڈالا جاوے تو کھیت بار آور برگ و گل پیدا کرتا ہے اور بے وقت ڈالنے سے سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ایسے ہی تم سوچ لو کہ خرچ کرنے کا بھی ایک وقت ہوتا ہے اسوقت اگر مال یا جان خرچ کیے جاویں تو عند اللہ مقبول ہوتا ہے ورنہ ضائع جاتا ہے۔ مشکلات تو ہر ایک کو ہوتی ہیں لیکن کیا تم میں سے ہی نہ تھے کہ جنھوں نے دین کیلئے جانیں دیں حالانکہ اب صرف مال کی ضرورت ہے جس کا درجہ جان کے بعد ہے بس یہ ایک مناسب وقت مال کے خرچنے کا ہے اگر یہ گذر گیا تو پھر کروڑوں خرچ کر کے تمکو وہ ثواب نہ ملے گا جو کہ اسوقت کے ایک پیسہ سے حاصل ہو سکتا ہے خدا تعالیٰ تو محتاج نہیں ہے غنی ہے لیکن اپنے فضل سے وہ انفاق کا ایک موقع دیتا ہے کہ تم اسکے انعام حاصل کر لو اسلیے قرآن یا بھی انفاق میں شامل ہیں لیکن اس امر کا منتظر نہ رہنا چاہیے کہ اسقدر روپیہ ہوگا تو دینگے بلکہ وقت پر جو موجود ہو اُسے صرف کرو۔

اس وقت قلم کا جنگ ہو رہا ہے اسلیے تصنیفات میں اور یہاں پر اکٹھا ہونے میں اور یہاں کی ضروریات ضرور توں میں خرچ کرنیکے مواقع بہت اچھے ملے ہیں یہ وقت فضل کے پھر ہاتھ نہیں آسکتے ایک شخص خالد بن ولید بڑا فلم گذرا ہے اُسکا ایک دفعہ ایک صحابی سے جو کہ مدینہ کا تکرار ہوا۔ جیسا کہ قرآن شریف سے کئی مقامات پر انصار اور مہاجرین کی فضیلت بار بار آئی ہے۔ اس انصاری صحابی کو

خالد پر ترجیح دیلوئ ....

اس کا باعث صرف یہی تھا کہ اس صحابی نے عسر کے وقت مکہ میں رفاقت کی ہوئی تھی قربانیاں دیجاتی ہیں اور خون بہائے جاتے ہیں حالانکہ اسقدر گوشت کو لوگ کھا نہیں سکتے مکہ میں یہ دفن کر دیے جاتے ہیں اس سے یہ سکھلایا جاتا ہے کہ انسان کو کسقدر سخاوت کرنی چاہیے اور کیسے موقعہ پر صرف کرنا چاہیے۔

انفاق کے موقعے اسوقت یہاں کتابوں کی چھپائی۔ مہمانوں کا خرچ۔ حضرت صاحب کے اقوال کی اشاعت (جس سے مراد اخبار ہو سکتے ہیں) اور مدرسہ کی ضروریات ہیں۔ بہت لوگ ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کیا ہے اور ہم کیا دے سکتے ہیں مگر صحابہ میں سے ایسے تھے جو صرف ایک مٹھی بھر جو دیا کرتے تھے اور آخر اسی نے انکو بادشاہ بنا دیا۔ یہ ایک وقت ہے کہ تم سے صدقہ طلب کیا جاتا ہے پھر وہ بھی وقت آنے والا ہے کہ کوئی تم سے لینے والا نہ ہوگا اور تم چاہوگے کہ کوئی لیوے۔

معاصی سے بچنے کے لیے دعا کرو۔ پانچ وظائف میں جو حضرت صاحب نے بتلائے ہیں ہمیشہ انکو وِرد رکھو تاکہ تمکو خدا سے طاقت ملے ایک استغفار جس کے معنے خدا سے حفاظت طلب کرنے کے ہیں دوسرے لاحول یعنی خدا سے توفیق اور مدد مانگنا تیسرے درود شریف چوتھے الحمد شریف جو کہ قرآن کا متن ہے اور جسے ضرور پڑھنا چاہیے پانچویں قرآن شریف۔ ان میں لوگ بڑے سست ہیں چاہیے کہ اسکی کثرت ہو۔ وحدت کو مضبوط کرو جس سے خدا کا وہ فضل نازل ہو جو ابراہیم پر ہوا۔ اسی کی طرز اختیار کرو۔ خدا تعالیٰ سب کو توفیق عمل درآمد کی دیوے۔ آمین

اصلاح نسوان

ضلع گوجرات پنجاب ہماری ایک احمدی بہن نے ایک خط کے ذریعہ یہ تجویز فرمایا ہے کہ البدر میں ایک کالم خاص عورتوں کے لیے کھولا جاوے۔ اور اس خط کا جواب ایڈیٹر سے ہی طلب کیا ہے۔ وہ خط اگلے نمبر کا جواب مفصل انشاء اللہ آئندہ نمبر میں درج ہوگا۔ ہم اس اثناء میں دعا میں مصروف ہیں کہ خدا تعالیٰ اس دینی خدمت بجا لانیکی توفیق بہت نیست کیساتھ انکو عطا فرماوے اور ہماری جلدی کے صبر و تحمل سے کام لیں۔ (ایڈیٹر)

اخبار نور افشاں کا بیجا دعویٰ

ناظرین پر مخفی نہ ہے کہ ۲۶؍مئی ۱۹۰۴ء کے پرچہ البدر میں اڈیٹر صاحب نے مرض طاعون کو عام ہمدردی کا ایک معیار ٹھیرا کر یہ ثابت کیا تھا کہ "طاعون کا فیصلہ اسلامی ہمدردی کے حق میں ہے"۔ اس پر اخبار نور افشاں مورخہ ۳؍جون ۱۹۰۴ء کے اڈیٹوریل نوٹس میں ایک مضمون بعنوان "البدر کی غلطی" یسوع کی الوہیت کی طرح بھدا اور انجیلی الفاظ کی مانند بے معنے شائع کیا گیا ماحصل اس تمام تحریر کا یہ ہے کہ اول تو اسلام میں "قتل کرڈالنا ثواب ٹھیرایا گیا ہے" "اور اگر کسی قسم کی ہمدردی ہے بھی تو یہ صرف مسیحیوں کا نمونہ ہے اور بس" یہاں تک تو دونوں اڈیٹروں کے مقولات ہیں اب رہا فیصلہ اس کے لیے بہت دور دراز کی مثالوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ مسیحیت میں اعلیٰ ہمدرد یسوع اور اُسکے شاگرد ہیں بھلا کیا فائدہ کہ مسیحیوں میں سے پادری ب اور پادری الف کے نامناسب مقدمات اور ناجائز کارروائیوں کو لے بیٹھیں یا پادری ب کتب فروش ج کے معطل اور قید ہونے کی مثلیں نکلوا کر بڑے بڑے سفید ریش بزرگوں کی شہادتوں پر جرح کریں۔ کیا یسوع اور اسکے شاگردوں کی لائف ہمارے لیے کافی نہیں آؤ چند منٹ کے لیے ہم سب ان کے حالات پر غور کریں۔ میں بیجگہ رعایت اور تعصب سے کام نہیں لیتا اور پکار کر کہتا ہوں کہ دنیا کی تاریخ میں یسوع کی ہمدردی کی مثال نہیں ملتی کون ہے وہ شخص جسنے کبھی اپنی ماں کو "اے عورت تجھے مجھسے کیا کام" کہکر پکارا ہو اور ماں بھی ایسی ہو جب ایکدفعہ بچپن کے ایام میں یہی بچہ عید فسح کے موقعہ پر یروشلم میں گم ہوگیا تو دونوں میاں بیوی "اسکی تلاش ہر کہیں کرتے پھرنے" اور آخر بفکر اور ماندگی کے بعد "وہ اسے ہیکل میں اُستادوں کے بیچ بیٹھے ہوئے اُنکی سنتے اور اُن سے سوال کرتے پایا" یہی ماں نہایت جوش محبت میں کہہ اٹھی "اے بیٹے کسلیے تو نے ہمسے ایسا کیا دیکھ تیرا باپ اور میں کڑھتے ہوئے تجھے ڈھونڈتے تھے" مگر اس ہمدرد نے جھٹ پٹ البدیہہ جواب دیا "تم مجھے کیوں ڈھونڈتے تھے"

کیا ماں باپ کا یہی ادب ہوا کرتا ہے سو جب ماں باپ کیساتھ یہ سلوک ہے تو دوسرے بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی کب ہوگی۔

....

علاوہ والدین کے یہودیوں کو گو نابکار حرامکار وغیرہ ہمدردی کی رو سے کہا گیا مگر وہ تو اب بھی منتظر ہیں کہ جب کبھی خداوند صاحب اپنی آسمانی نشستگاہ سے اس عالم اسباب میں نزول فرمائیں اُسی وقت ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کسی مقدس مسیحی جج کی عدالت میں آنجناب کی ذات مبارک پر دائر کردیجائے ان عقل کے دشمنوں کے نزدیک یہ الفاظ عام تہذیب سے گرے ہوئے ہیں اور انکی دلی خواہش ہے کہ قیامت سے پہلے پہلے بہت جلد اس امر کا فیصلہ ہوجاوے۔

ہمدردی میں دوسرے درجہ پر شاگرد ہیں انکی ہمدردی کا موازنہ + دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست + در پریشان حالی و درماندگی + کے مطابق خوب ہوسکتا ہے۔ تمام زندگی میں ایک ہی مصیبت یسوع صاحب پر وارد ہوئی اور اُس نے نہایت اضطراب کی حالت میں ان شاگردوں سے کہا "میرا دل نہایت غمگین ہے بلکہ میری موت کی سی حالت ہے تم یہاں ٹھیرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو" لیکن ان ہمدردوں نے ایسے مربی و محسن کی جسکو وہ ستائش کے وقت خداوند خداوند کہا کرتے ہیں ذرا پروا تک نہ کی اور اُسنے انھیں سوتے پاکر "پطرس سے کہا کیا تم میرے ساتھ ایک گھنٹہ نہیں جاگ سکے" مگر کون جاگے "اور اُس نے آکے پھر انھیں سوتے پایا کیونکہ اُن کی آنکھیں نیند سے بھری ہوئی تھیں" یہ تو سبکا حال ہے لیکن ان میں سے پطرس نے اور بھی غضب ڈھایا۔ جب لوگ یسوع کو گرفتار کرکے سردار کاہن کے پاس لے گئے تو یہ شخص بھی دبے پاؤں ساتھ گیا اور اپنی بزدلی کا ثبوت دینے کے لیے دالان میں آگ تاپنے لگا۔ اتنے میں ایک لونڈی نے اُس پاس آکر کہا تو بھی یسوع جلیلی کے ساتھ تھا پر اُس نے سب کے سامنے انکار کرکے کہا میں نہیں جانتا کہ تو کیا کہتی ہے پھر جب وہ اُسارے کی طرف باہر چلا ایکدوسری نے اُسے دیکھکر ان سے جو وہاں تھے کہا کہ یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا تب اُسنے قسم کھاکے انکار کیا کہ میں اُس شخص (یسوع) کو نہیں جانتا۔ تھوڑی دیر بعد انھوں نے جو وہاں کھڑے تھے پطرس پاس آکے کہا بیشک تو بھی انہیں میں سے ہے کہ تیری بولی تجھے ظاہر کرتی ہے تب اُس نے لعنت بھیجکر اور قسم کھاکر کہا میں اس شخص کو نہیں جانتا" کیا ہی عمدہ ہمدردی کا نمونہ ہے کہ خدا کی جان پر آبنی اور آپ آگ تاپا کریں۔ اس پر ہمدردی کی لاف و گزاف چہ معنے دارد +

جب مرگئے تو آئے ہمارے مزار پر
پتھر پڑیں صنم ترے ایسے پیار پر (ع م)

ایک منصف صاحب کے ایمان کی قیمت

ماہ اپریل میں جب کہ میں لاہور کو جارہا تھا تو ایک گریجوایٹ منصف صاحب سے ایک دوست کی وساطت سے ملاقات ہوئی۔ باتوں باتوں میں حضرت مرزا صاحب کا ذکر چل پڑا اور جو گفتگو ہوئی وہ ذیل میں درج ہے۔

منصف صاحب ہمیں تو مرزا صاحب کے خیالات اچھے معلوم نہیں ہیں البتہ ہم اس امر کی قدر ضرور کرتے ہیں کہ وہ اسلام کی حمایت کرتے ہیں۔

خادم البدر۔ کیا آپ نے حضرت مرزا صاحب کی تصنیف کو بھی مطالعہ فرمایا۔

منصف صاحب۔ اُنکے مطالعہ سے کچھ فائدہ نہیں ہے اگر وہ اسلام کی تعلیم دیتے ہیں تو ہم پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔

خادم البدر۔ بڑے بڑے گریجوایٹ مرزا صاحب کے خادم ہیں۔

منصف صاحب۔ اگر مرزا صاحب مجھے پانسو روپیہ ماہوار دیویں تو میں بھی مرید ہو جاؤں۔

خادم البدر۔ معلوم ہوا کہ آپ ایمان فروش ہیں اور آپ کے ایمان کی قیمت یہی پانسو روپیہ ہے۔

منصف صاحب اور میں وہ کام کرلوں جو آج تک کسی نے احمدی جماعت میں نہیں کیا۔

خادم البدر۔ بیشک۔ بالکل درست ہے کیونکہ آج تک کوئی ایمان فروش احمدی جماعت میں نہیں آیا جب آپ جیسے آوینگے تو یہ فعل ضرور سرزد ہوگا۔

منصف صاحب تم سب بھی تو تنخواہیں پاتے ہو۔

خادم البدر۔ اگر آپ اپنے ایمان کو بطور تنخواہ صرف کریں تو غالباً پانسو سے بھی زیادہ قیمت ملے کیونکہ مرزا صاحب تو ایسے لوگوں ایمان فروشوں کے روادار نہیں۔ البتہ پادری خریدار ہیں۔

اسکے بعد جدائی ہوگئی۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ زمانہ کی کیسی حالت ہے اور لوگوں نے کس طرح دنیا کو معبود بنا رکھا ہے + + + ۔

ملفوظات احمدیہ

بقیہ تقریر جو کہ حضرت اقدس نے نواب احسن علی خان صاحب کی تشریف آوری پر فرمائی

اذان کیوقت بات کرنا البدر نمبر ۱۶-۱۷ میں جو تقریر درج ہوئی تھی وہ اسجگہ ختم ہوگئی

اسکے بعد عصر کی اذان ہوئی اور نواب صاحب اور مشیر اعلےٰ صاحب خاموش ہوگئے - حضرت نے فرمایا کہ اذان میں باتیں کرنی منع نہیں ہیں آپ اگر کچھ اور بات پوچھنا چاہتے ہیں تو پوچھ لیں کیونکہ بعض باتیں انسان کے دل میں ہوتی ہیں اور وہ کسی وجہ سے انکو نہیں پوچھتا اور پھر رفتہ رفتہ وہ بُرا نتیجہ پیدا کرتی ہیں - جو شکوک پیدا ہوں انکو فورًا باہر نکالنا چاہئے - یہ بدن غذا کیطرح ہوتی ہیں اگر نکالی نہ جائیں تو سُوء ہضمی ہو جاتی ہے - جب یہ حضرت فرما چکے تو سلسلہ کلام حسب ذیل طریق پر شروع ہوا -

مشیر اعلیٰ - میرے نزدیک اہم امور یہی تھے جو ان الفاظ کے متعلق پہلے پوچھے ہیں -

نواب صاحب - حضرت کیسے استفسار میں بھی جی چاہتا ہے اور زبانی بھی دریافت کرنا چاہا ہے -

حضرت اقدس - دراصل انسان کو بعض وقت بڑی ہی مشکلات پیدا ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کا فضل اسکے شامل حال نہ ہو تو وہ ان مشکلات میں پڑ کر ہدایت اور حقیقت کی راہ سے دُور جا پڑتا ہے - یہودیوں کو بھی اسی قسم کے مشکلات پیش آئے - انہوں نے **توریت** میں بھی یہی پڑھا تھا کہ خاتم الانبیاء انہی میں ہوگا - وہ ان الفاظ پڑھے ہوئے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو ان کو آپ کے قبول کرنے میں یہی دقت اور مشکل پیش آئی کہ خاتم الانبیاء تو ہم میں ہی سے ہوگا - مگر انکو یہی جواب ملا کہ تم نے جو کچھ سمجھا ہے وہ غلط سمجھا ہے - آنیوالا خاتم الانبیاء بنی اسمٰعیل میں سے ہونے والا تھا اور وہ بھی تمہارے بھائی ہیں + تم اس سوال پر مت جھگڑو - بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ **نبوّت کے ثبوت** دیکھو آیا اسمیں ہیں یا نہیں جبکہ انبیاء علیہم السلام کے خواص اور نشانات اسکے ساتھ ہیں تو پھر تمہیں ماننے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیئے +

اسیطرح پر انہوں نے ملاکی نبی کی کتاب میں پڑھا ہوا تھا کہ حضرت عیسےٰ کے آنے سے پہلے ایلیا آسمان سے اُتریگا لیکن جب حضرت مسیح نے اپنا دعوےٰ پیش کیا تو اسوقت یہود اسی ابتلاء میں پھنسے انہوں نے مسیح سے یہی سوال پیش کیا کہ ایلیا کا آسمان سے آنا ضروری ہے وہ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ سچ مچ وہی ایلیا آئے گا اور ایک طرح پر وہ بیٹنے سمجھنے میں حق پر تھے کیونکہ اس سے پہلے کوئی ایسا واقعہ اور نظیر انمیں موجود نہ تھی + لیکن حضرت مسیح نے یہی کہا کہ آنے والا ایلیا یوحنا بن ذکریا کے رنگ میں آگیا ہے + وہ اسبات کو بھلا کب مان سکتے تھے ایک یہودی نے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی ہے اور وہ لوگوں کے سامنے اپیل کرتا ہے کہ ان **واقعات** کے ہوتے ہوئے ہم مسیح پر کسطرح ایمان لائیں بلکہ وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ اگر ہم سے مواخذہ ہوگا تو ہم **ملاکی** نبی کی کتاب کھول کر آگے رکھدیں گے -

غرض ظاہر الفاظ پر آنیوالے بعض اوقات سخت دھوکا کھاجاتے ہیں پیشگوئیوں میں استعارات اور مجازات سے ضرور کام لیا جاتا ہے جو شخص ان کو ظاہر الفاظ پر ہی حمل کر بیٹھتا ہے اسے عموًما ٹھوکر لگ جاتی ہے + اصل بات یہ ہے کہ ایسے موقعہ پر یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ آیا جو شخص خدا کیطرف سے آنیکا **مدعی** ہے وہ ان معیاروں کے رُو سے سچا ثابت ہوتا ہے یا نہیں جو راستبازوں کے لئے مقرر ہیں؟ پس اگر وہ ان معیاروں کے رُو سے صادق ثابت ہو تو سعادتمند اور متقی کا یہ فرض ہے کہ اسپر ایمان لاوے سو یاد رکھنا چاہیئے کہ انبیاء کی شناخت کیلئے تین بڑے معیار ہوتے ہیں -

اول یہ کہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ بھی اسکی مؤید ہیں یا نہیں -

دوسرا اسکی تائید میں سماوی نشانات صادر ہوتے ہیں یا نہیں -

سوم نصوص عقلیہ اسکے ساتھ ہیں یا نہیں یا آیا وقت اور زمانہ کسی ایسے مدعی کی ضرورت بھی بتاتا ہے یا نہیں؟ ان تینوں معیاروں کو ملا کر جب کسی امور اور راستبازی کی نسبت غور کیا جاویگا تو حقیقت کھل جاتی ہے -

میرا دعوےٰ ہے کہ میں خدا کیطرف سے مامور ہو کر آیا ہوں اب میرے دعویکو پرکھکر دیکھلو کہ آیا ان تین معیاروں کے رُو سے سچا ثابت ہوتا ہے یا نہیں -

سب سے پہلے دیکھنا چاہیئے کہ کیا یہ وقت کسی مدعی کی ضرورت کا داعی ہے یا نہیں؟ پس ضرورت تو ایسی صاف ہے کہ اسپر زیادہ کہنے کی ہمیں ضرورت ہی نہیں **اسلام** پر اس صدی میں وہ وہ حملے کئے گئے ہیں جنکے سننے اور بیان کرنیسے ایک مسلمان کے دل پر لرزہ پڑتا ہے - سب سے بڑا فتنہ اس زمانہ میں نصاریٰ کا فتنہ ہے - جنھوں نے اسلام کے استیصال کیواسطے کوئی دقیقہ فرو گذاشت ہی نہیں کیا انکی کتابوں اور رسالوں اور اخباروں اور اشتہاروں کو جو اسلام کے خلاف ہیں اگر جمع کیا جاوے تو ایک بڑا پہاڑ بنجاتا ہے اور پھر تیس لاکھ کے قریب مرتد ہو چکے ہیں + اسکے ساتھ آریوں - برہموں اور دوسرے آزاد خیال لوگوں کو ملا لیا جاوے تو پھر دشمنان اسلام کے حملوں کا **وزن** اور بھی بڑھ جاتا ہے اب ایسی صورت میں کہ **اسلام** کو پاؤں کے نیچے کچلا جا رہا ہے کیا ضرورت نہ تھی کہ خدا تعالےٰ اپنے سچے دین کی حمایت کرتا اور اپنے وعدے کے موافق اسکی حفاظت فرماتا اور اگر عام حالت کو دیکھا جاوے تو وہ ایسی خراب ہے کہ اسکے بیان کرنیسے بھی شرم آتی ہے - فسق و فجور کا وہ حال ہے کہ علانیہ بازاری **عورتیں** بدکاری کرتی ہیں - معاملات کیحالت بگڑی ہوئی ہے - تقویٰ و طہارت اٹھ گیا - وہ لوگ جو اسلام کے حامی اور دین کے شریعت متین کہلاتے تھے انکی خانہ جنگی اور اپنی عملی حالت کی کمزوری نے اور بھی ستم برپا کر رکھا ہے عوام جب انکی حالت بد دیکھتے ہیں تو وہ حدود اللہ کے توڑنے میں اور بھی دلیری سے کام لیتے ہیں - غرض اندرونی اور بیرونی حالت بہت ہی خطرناک ہو رہی ہے +

پھر دیکھنا ہے کہ آیا قرآن شریف اور احادیث صحیحہ میں کسی آنیوالے کا وعدہ دیا گیا ہے سو قرآن شریف نے بڑی وضاحت کے ساتھ دو سلسلوں کا ذکر کیا ہے ایک وہ سلسلہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت مسیح علیہ السلام پر آکر ختم ہوا اور دوسرا سلسلہ جو اسی سلسلہ کے مقابل پر واقع ہوا ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ ہے چنانچہ **توریت** میں بھی آپ کو مثیل موسےٰ کہا گیا اور قرآن شریف میں بھی آپ کو مثیل موسےٰ ٹھہرایا گیا ہے جیسے فرمایا ہے **اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا** پھر جسطرح حضرت موسےٰ علیہ السلام کا سلسلہ حضرت مسیح علیہ السلام پر آکر ختم ہوگیا اسی سلسلہ کی مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اسیوقت اور اسی زمانہ پر جب حضرت مسیح حضرت موسےٰ کے بعد آئے تھے مسیح محمدی بھی آتا - اور یہ بالکل ظاہر اور صاف بات ہے کہ مسیح

موسوی چودھویں صدی میں آیا تھا اسلئے ضروری تھا کہ مسیح محمدی بھی چودھویں صدی میں آتا اگر کوئی اور نشان اور شہادت نہ بھی ہوتی تب بھی اس سلسلہ کی تکمیل چاہتی تھی کہ اسوقت مسیح محمدی آوے مگر یہاں تو صدہا اور نشان اور دلائل ہیں پھر آنے والے کو اسی امت میں سے ٹھہرایا گیا ہے جیسے وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْکُمْ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ میں فرمایا گیا ہے اور اسیطرح پر احادیث میں بھی آنیوالا اسی امت سے ٹھہرایا گیا ہے جبکہ فرمایا ہے وامامکم منکم۔ اب نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ بوضاحت شہادت دیتے ہیں کہ آنے والا مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا اور ضرورت بجائے خود داعی ہے کیونکہ اسلام پر سخت حملے ہو رہے ہیں اور کوشش کیجاتی ہے جہاں تک ان مخالفوں کا بس چلے اسلام کو نابود کردیں پھر دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اسکے آنیکا وقت کونسا ہے۔ سلسلہ موسوی کے ساتھ مماثلت تامہ کا تقاضا صاف طور پر ظاہر کرتا ہے کہ آنیوالا مسیح موعود جو اسی امت میں سے ہوگا چودھویں صدی میں آنا چاہیئے اسکے علاوہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکے آنیکا وہ وقت ہے جبکہ صلیب پرستی کا غلبہ ہوگا کیونکہ کسر صلیب اسکا کام ٹھہرایا گیا ہے ان سب کے علاوہ ایک انقلاب عظیم کی خبر قرآن شریف سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ اسوقت آئیگا وہ انقلاب کیا ہے یہ سواری بھی بدل جائیگی اونٹوں اور اونٹنیوں کی سواریاں بیکار ہو جائیں گی اب دیکھو کہ ریلوے کے ایجاد نے اس پیشگوئی کو کسطرح پورا کیا ہے اور اب تو یہ حال ہے کہ حجاز ریلوے جو بن رہی ہے تو تھوڑے ہی عرصہ میں مدینہ اور مکہ کے درمیان بھی ریل ہی دوڑتی نظر آئیگی۔ اور پھر اخبارات اور رسالجات کی اشاعت کے اسباب کا پیدا ہو جانا جیسے پریس ہے۔ ڈاکخانہ ہے اور تاروں کے ذریعہ سے کل دنیا ایک شہر کے حکم میں ہوگئی ہے دریا چیرے گئے ہیں اور نہریں نکالی جارہی ہیں طبقات الارض کے عالموں نے زمین کے طبقات کو کھود ڈالا ہے غرض وہ تمام ایجادات اور علوم وفنون کی ترقیاں جو مسیح موعود کے زمانہ کی علامتوں میں .... قرار دیگئی تھیں پوری ہو رہی ہیں اور ہو چکی ہیں اسکے بعد انکار اور شبہ کی کونسی گنجائش باقی رہتی ہے اسوقت خدا تعالے کیطرف سے کسیکا آنا اور مامور ہونا افسوسناک بات نہیں بلکہ افسوسناک یہ امر ہوتا اگر کوئی مامور ہو کر نہ آیا ہوتا ان علامات اور نشانات کو چھوڑ کر ایک اور بات بھی اسکی تائید میں ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام اولیاء اللہ اور اکابر امت جو پہلے ہوگذرے ہیں انہوں نے قبل از وقت میرے آنیکی خبر دی ہے بعض نے میرا نام لیکر پیشگوئی کی ہے اور بعض نے اور الفاظ میں ہی کی ہے انہیں سے شاہ نعمت اللہ ولی نے شہادت دی ہے اور میرا نام لیکر بتایا ہے۔ اسیطرح پر ایک اہل اللہ بزرگ گلاب شاہ مجذوب تھے جنہوں نے ایک شخص کریم بخش ساکن جمال پور ضلع لودھیانہ سے میرا نام لیکر پیشگوئی کی ہے اور اسنے کہا کہ وہ قادیان میں ہے کریم بخش کو قادیان کا شبہ پڑا کہ شاید لودھیانہ کے قریب قادیان میں ہوں مگر آخر اسنے بتایا کہ یہ قادیان نہیں اور اسنے یہ بھی بتایا کہ وہ لودھیانہ میں آئے گا اور مولوی اسکی مخالفت کرینگے۔ چنانچہ اسکا یہ سارا بیان چھپ چکا ہے اور کل گاؤں کریم بخش کی راستبازی اور نیکوکاری کی شہادت دیتا تھا۔ اور جسوقت وہ بیان کرتا تھا تو رو پڑتا تھا۔ اسنے گلاب شاہ سے یہ بھی کہا کہ عیسے تو آسمان سے آئے گا اسنے جواب دیا کہ جو آسمان پر چلا جاتا ہے وہ پھر واپس نہیں آیا کرتا۔ اس پیشگوئی کے موافق کریم بخش بھی میری جماعت میں داخل ہوا بہت سے لوگوں نے اسکو روکا اور منع بھی کیا مگر اسنے کہا کہ میں کیا کروں یہ پیشگوئی پوری ہوگئی ہے۔ میں اس شہادت کو کیونکر چھپاؤں۔ غرض اس طرح پر بہت سے اکابر امت گذرے ہیں جنہوں نے میرے لئے پیشگوئی کی اور پتہ بتایا۔ بعض نے تاریخ پیدائش بھی بتائی جو **چراغ دین** ۱۲۶۸ ہے۔

اور اسکے علاوہ وہ نشان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے تھے وہ بھی پورے ہوگئے منجملہ انکے ایک **کسوف وخسوف** کا نشان تھا۔ جب تک کہ یہ کسوف وخسوف نہیں ہوا تھا یہ مولوی جو اب میری مخالفت کیوجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تکذیب کر رہے ہیں اسکی سچائی کے قائل تھے اور یہ نشان بتاتے تھے کہ مسیح ومہدی کا یہ نشان ہوگا کہ رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کو گرہن ہوگا۔ لیکن جب یہ نشان میرے دعوے کی صداقت کے لئے پورا ہوگیا تو پھر جس منہ سے اسکا اقرار کیا کرتے تھے اسی منہ سے انکار کرنیوالے ٹھہرے کسی نے تو سرے سے اس حدیث ہی کا انکار کر دیا اور کسی نے اپنی کم فہمی اور نادانی سے یہ کہدیا کہ چاند کی پہلی تاریخ کو گرہن ہونا چاہیئے۔ حالانکہ پہلی رات کا چاند تو خود گرہن ہی میں ہوتا ہے اور علاوہ بریں حدیث میں تو قمر کا لفظ ہے جو پہلی رات کے چاند پر بولا ہی نہیں جاتا۔ غرض اسطرح جسقدر نشان تھے وہ پورے ہوگئے مگر یہ لوگ ہیں کہ محض میری مخالفت کیوجہ سے خدا تعالے اور اسکے سچے اور پاک رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انکار کر رہے ہیں اور آپکی تکذیب کی بھی کچھ پروا نہیں کرتے۔ ان نشانات اور علامات کے بعد پھر یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہوتی ہے کہ مدعی کے اپنے ہاتھ پر کوئی نشان اسکی تصدیق کیلئے ظاہر ہوا ہے یا نہیں اسکے لئے میں کہتا ہوں کہ اسقدر نشان اللہ تعالے نے ظاہر کیئے ہیں کہ انکی تعداد ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں تک پہونچی ہوئی ہے اور اگر میری جماعت کو خدا تعالے کی قسم دیکر پوچھا جائے تو میں امید نہیں کرتا کہ کوئی شخص ایک بھی ایسا نکلے جو یہ کہے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا اور پھر یہ کہ نشانوں کی بارش برس رہی ہے۔ اولیاء اللہ کی اسی لئے حرمت اور تکریم کیجاتی ہے کہ وہ اللہ تعالے کے ساتھ جو تعلق رکھتے ہیں اس تعلق کا ایک زندہ اور سچا نمونہ پیش کرتے ہیں یعنے خوارق کا صدور ان سے ہوتا رہتا ہے اور نشانات ہی سے وہ سب واجب العزت ہوتے ہیں پھر اس صورت میں مجھے حق ہے کہ وہ لوگ جو میری اس بات سے کہ میں امام حسین سے **افضل** ہوں ...... گھبراتے ہیں بجائے اسکے کہ مجھ پر اعتراض کریں صاف طور پر میرے مقابلہ میں آئیں میں ان سے پوچھوں گا کہ جس قسم کے نشانات میں اپنی سچائی اور منجانب اللہ ہونیکے پیش کرتا ہوں اسی قسم کے نشانات تم بھی پیش کرو اور پھر اسی قدر تعداد میں دکھاؤ۔ میں مرثیہ نہیں سنوں گا۔ بلکہ نشانات کا مطالبہ کروں گا۔ جسکو حوصلہ ہے اور جو امام حسین کو سجدے کرتے ہیں وہ انکے خوارق اور نشانات کی فہرست پیش کریں اور اور دکھائیں کہ کسقدر لوگ ان واقعات کے گواہ ہیں اس مقابلہ میں یقیناً یہ ماننا پڑیگا کہ واقعات میں قافیہ تنگ ہے مبالغہ سے ایک بات کو پیش کر دینا اور بات ہے لیکن حقیقی طور سے واقعات کی بنا پر اسے ثابت کر دکھانا مشکل ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جو خدا تعالے کا سچا پرستار ہے اسے کسی دوسرے سے کیا واسطہ؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ ثابت کیا جاوے کہ آیا وہ شخص جو خدا کیطرف سے ہونیکا **مدعی** ہے اپنے ساتھ دلائل اور نشانات بھی رکھتا ہے یا نہیں جب ثابت ہو جائے کہ وہ واقعی خدا کیطرف سے ہے تو اسکا فرض ہے کہ ارادتکو منتقل کرے